

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كِتَابُ الْجَنَائِزِ

صَلَاةُ الْجَنَائِزِ

كَامِلَةٌ طَرِيقَةٌ

تَحْرِيرُ

دَاكْتَرُ أَبُو جَابِرٍ عَبْدِ اللَّهِ دَامَا نَوَى

شَاعِعُ كَرْدَه

مَدْرَسَةُ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ حَضْرَتِ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ فَارُوقِ كَيْمَارِي

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

*** توجہ فرمائیں ***

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب۔۔۔

* عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

* مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ [UPLOAD] کی جاتی ہیں۔

* متعلقہ ناشرین کی تحریری اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

* دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

**** تنبیہ ****

**** کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب کسی بھی الیکٹرانک کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔**

**** ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔**

نشر و اشاعت اور کتب کے استعمال سے متعلق کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں :

ٹیم کتاب و سنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.kitabosunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السنة فى الصلوة على الحنازه ان تكبر ثم تقرأ بام القرآن ثم تصلى على النبی ﷺ
ثم تخلص الدعاء للميت و لا تقرأ الا فى التكبيرة الاولى ثم تسلم فى نفسه عن
يمينه (المتقى لابن الحارود ص ۵۴۰ رقم ۱۸۹)

کتاب الجنائز

صلوة الجنازه کا مسنون

طريقه

تحریر

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

شائع کردہ

مدرسۃ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر فاروقؓ
بلاک نمبر 38 سہاڑی کراچی

عرض ناشر

مدرسہ حفصہؑ کے قیام کا مقصد صرف قرآن و حدیث کی اشاعت ہے۔ اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ موت مرگ اور نماز جنازہ کے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا جائے۔ اور اس سلسلہ میں بدعات کا جو ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلا ہے اس کی نشاندہی بھی کر دی جائے۔ چنانچہ شیخ ابو جابر عبد اللہ دامانوی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ایک مختصر تحقیقی مضمون لکھ دیا ہے۔ جو علماء کرام اور عوام الناس دونوں کے لئے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اس تحریر کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔

محمد جمیل خان

عمرخان روڈ بھٹہ ویلیج کیمٹری
۲۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء

(۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کی اطاعت کو بھی لازم و ملزوم قرار دیا۔ بلکہ یہاں تک ارشاد فرمایا:

من يطع الرسول فقد اطاع الله (النساء آیت ۸۰)

”جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔“

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے سلسلہ میں چند آیات پیش کی جاتی ہیں تاکہ یہ مسئلہ بالکل واضح اور بے غبار ہو جائے۔ اگرچہ اہل ایمان کے لئے تو ایک ہی آیت کافی و شافی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم
فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون
بالله واليوم الآخر ذلك خير و احسن تلويلا (النساء آیت
۵۹) ☆

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اہل ان کی جو تم میں اولوا الامر (صاحب حکومت) ہیں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس بات کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر اور انجام کے لئے لحاظ سے بہت اچھی ہے۔“

(۲)

اس آیت مبارکہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت اہل ایمان پر لازم و ضروری ہے۔ اور خلیفہ وقت اور مسلمانوں کے امیر کی اطاعت بھی معروف میں ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی مسئلہ میں مسلمانوں کے درمیان یا خلیفہ وقت اور مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف واقع ہو جائے تو پھر اس مسئلہ کو اللہ اور رسول ﷺ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ سے جو حل مل جائے اسے قبول کیا جائے گا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو یہی حل اس کے لئے بہتر اور انجام کے لحاظ سے بھی اچھا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما (النساء آیت ۶۵)

”پس آپ کے رب کی قسم وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں اپنا فیصلہ نہ مان لیں پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پورے طور سے اسے تسلیم کر لیں۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان ير جوا الله واليوم الآخر ونكر الله كثيرا (الاحزاب ۲۱)

”و حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار تھا اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو مومنوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۳)

مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انہیں جو کچھ ملے وہ اسے مضبوطی سے تھام لیں کیوں کہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

وما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنہ فانتهوا واتقوا اللہ ان اللہ
شدید العقاب (الحشر ۷)

”جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہدایت پر قائم رہنے کا ذریعہ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے۔

واتبعوه لعلکم تہتدون (الاعراف ۶۳)

”اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کرو تا کہ تمہیں ہدایت نصیب ہو۔“

واتبعون هذا صراط مستقیم (الزحرف ۶۱)

”اور میری پیروی اختیار کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔“

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرنے کے بجائے کسی اور کے طریقے کو اختیار کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اسے اختیار کر کے وہ راہ ہدایت پالیں گے تو وہ خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑنے والے گمراہ ہیں اور قیامت کے دن بھی وہ ناکام و نامراد ہوں گے۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یتصیبہم

عذاب الیم (النور ۶۳)

”رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ

(۴)

ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔“

”فتنہ“ کی مختلف صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے (اور یہ صورت تاریخ کے ناقابل تردید دلائل سے بالکل واضح ہے) کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیروی چھوڑ کر مختلف اماموں کی تقلید اختیار کر لیں گے اور یہ تفرقہ بازی ان میں شدید نفرت اور اختلافات پیدا کر دے گی اور آخر کار ان میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

امام احمد نے بھی اس آیت میں فتنہ سے تقلید مراد لی ہے اور اس کا رد کیا ہے۔

(کتاب التوحید ص 290 باب 38)

اس آیت سے واضح ہوا کہ جو لوگ نبی ﷺ کی سنت اور آپ کے فرامین کی مخالفت کرتے ہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں یا انہیں دردناک عذاب پہنچ سکتا ہے۔ اب اس مسئلہ کی اس سے زیادہ وضاحت ممکن نہیں ہے۔ کوئی بد نصیب ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود نبی ﷺ کی سنت کو پس پشت ڈال دے۔ اور پھر بھی نبی ﷺ کا امتی ہونے کا دعویٰ دار ہو۔

اس سلسلہ کی ایک واضح حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قالوا من یا بی؟ قال: ”من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی“ (بخاری، ج 2 ص 1081 حدیث: 7280، مشکوٰۃ المصابیح ص 5 ج 1 طبع بیروت)

”ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے کہ جس نے انکار کیا، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت

(۵)

میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی پس وہ انکار کرنے والا ہے۔“

ایک موقع پر جب تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے اعمال و سنن کو کم سمجھتے ہوئے عبادت میں زیادہ محنت و مشقت کا ارادہ ظاہر کیا یعنی ایک نے پوری رات جاگنے، دوسرے نے ہمیشہ روزے رکھنے، تیسرے نے نکاح کو خیر باد کہہ کر پوری زندگی عبادت کرنے کا تہیہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

”فمن رغب عن سنتي فليس مني“ (بخاری، ج ۲، ص ۷۵۸، ۷۵۷)

حدیث: ۵۰۶۳، مسلم ج ۱ ص ۴۴۹: حدیث: ۱۴۰۱)

”پس جو شخص میری سنت سے بے رغبتی اختیار کرے گا (اور اسے استخفافاً و عناداً چھوڑ دے گا) تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔“

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ:

میت کے لئے نماز جنازہ پڑھنا نبی ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے اور آپ نے جس طرح نماز جنازہ ادا فرمایا صحابہ کرام نے اسے روایت کیا ہے۔ چنانچہ جنازہ میں مندرجہ ذیل امور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں:-

(۱) نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنا۔

(۲) نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد تعوذ اور تسمیہ کے بعد سورۃ الفاتحہ کی قراءت کرنا اور سورۃ الفاتحہ کے بعد کوئی سورۃ بھی ملانا۔ نماز کی ابتداء میں ثناء پڑھنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ سورۃ الفاتحہ ہی ثناء بھی ہے۔

(۳) سورۃ الفاتحہ اور سورۃ کو بلند آواز سے پڑھنا۔

(۴) دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھنا۔ درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھا جاتا ہے صرف وہی درود پڑھنا چاہیے اور من گھڑت درودوں سے اجتناب ضروری ہے۔

(۵) تیسری تکبیر کے بعد میت کے حق میں وعاء کرنا۔ نبی ﷺ نے ان دعاؤں کو بلند آواز سے پڑھا اور صحابہ کرام نے ان دعاؤں کو آپ سے سن کر روایت کیا اور انہیں یاد بھی کیا۔

(۶) چوتھی تکبیر کے بعد صرف ایک طرف یعنی دائیں طرف سلام پھیرنا۔

اب اس سلسلہ کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) چار تکبیرات :-

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نجاشی (شاہ حبش) کے مرنے کی اسی روز اطلاع دی جس روز کہ ان کا انتقال ہوا تھا اور پھر صحابہ کرام کو ساتھ لے کر عید گاہ تشریف لے گئے پھر صحابہ کرام نے صفیں قائم کیں پس نبی ﷺ نے چار تکبیرات کہیں۔ (بخاری مسلم)

(۲) جناب عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جناب زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات کہا کرتے تھے، ایک جنازہ پر انہوں نے پانچ تکبیرات کہیں۔ ہم نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ اسی طرح تکبیرات (کبھی چار کبھی پانچ) کہا کرتے تھے۔ (مسلم ۲۳۱۶)

(تنبیہ)

احادیث میں چار تکبیرات سے نو تکبیرات تک کہنے کا ثبوت موجود ہے البتہ جمہور علماء چار تکبیرات ہی کے قائل ہیں اور بعض نے اس پر اجماع کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ تفضیل کے لیے

ملاحظہ فرمائیں:

احکام الجنائز لعلامہ الالبانی رحمہ اللہ ص ۱۱۲ تا ۱۱۴

(۲) رفع الیدین:-

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان اذا صلی علی الجنازة رفع یدیه فی کل تکبیرة
واذا انصرف سلم رواہ الدارقطنی فی عللہ، نصب الراية
(۲۸۵/۲)، نیل الاوطار (۴/۵۳)

”نبی ﷺ جب نماز جنازہ پڑھتے تو اس کی تمام تکبیرات میں رفع الیدین فرماتے اور
جب نماز سے پھرتے تو سلام کہتے۔“

امام زیلعیؒ کہتے ہیں کہ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن شیبہؒ نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا
ہے اور ایک جماعت نے اسے موقوف بیان کیا پس وہ اسے یزید بن ہارونؒ سے موقوف بیان
کرتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ (نصب الراية (۴/۵۳) عمر بن شیبہؒ لقمہ ہے اور ثقہ کی زیادتی قابل
قبول ہوتی ہے لہذا یہ حدیث مرفوعاً بھی صحیح ہے۔

(۲) امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ کی تمام تکبیرات میں
رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین ص ۱۰۸ الرقم ۱۱۰)، مصنف ابن ابی شیبہ
(۳/۲۹۶)، التبیہتی (۴/۴۴)

(۳) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سعید بن منصورؒ نے موقوفاً بیان کیا ہے۔ کہ وہ نماز جنازہ
کی تکبیرات میں رفع الیدین کرتے تھے (نیل الاوطار (۴/۵۳))

(۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں بہت سے تابعین کے آثار بیان کئے ہیں۔

حافظ زبیر علیہ السلام کی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع یدین سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری: ج ۱۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۲۹۸ ج ۱۱۳۸۸ و اسنادہ صحیح)

(۴) کھول تابعی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین

للبخاری: ج ۱۱۶، وسندہ حسن)

(۵) امام زہریؒ جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (دیکھئے جزء رفع الیدین

للبخاری: ج ۱۱۲ و سندہ صحیح مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۲۹۶ ج ۱۱۳۸۵)۔

(۶) نافع بن جبیرؒ جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ج ۱۱۳

وسندہ حسن)۔

(۷) حسن بصریؒ جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ج ۱۲۳،

وسندہ صحیح)

درج ذیل علماء سلف صالحین بھی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔

(۸) عطاء بن ابی رباح (مصنف عبدالرزاق: ۳/۳۶۸ ج ۶۳۵۸، وسندہ قوی) عبدالرزاق

(مصنف: ج ۶۳۲۷)

(۹) محمد بن سیرین (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۲۹۷ ج ۱۳۸۹، وسندہ صحیح)

ان تمام آثار سلف صالحین کے مقابلے میں ابراہیم نخعی (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے تھے (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۹۶ ح ۱۳۸۶، سندہ حسن)

معلوم ہوا کہ جمہور سلف صالحین کا یہ مسلک ہے کہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے، جیسا کہ باحوالہ گزر چکا ہے اور یہی مسلک راجح و صواب ہے، والحمد للہ (ماہنامہ الحدیث حضرت اگست ۲۰۰۲ء ص ۲۰)

(۳) قراعت

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث:-

(۱) عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرا بفاتحة الكتاب وسورة وجهر حتى اسمعنا. فلما فرغ اخذت بيده فسالته فقال سنة وحق (سنن النسائي كتاب الجنائز باب الدعاء وسنده صحيح) المنقلى لابن الجارود رقم ۵۲۷ ص ۱۸۸ السنن الكبرى للبيهقي ج ۴ ص ۳۸)

جناب طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، پس انہوں نے سورۃ الفاتحہ اور ایک سورۃ پڑھی اور اونچی آواز میں پڑھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں سنایا۔ پس جب وہ (نماز جنازہ سے) فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اس کے بارے میں پوچھا۔ پس انہوں نے فرمایا 'یہ سنت ہے اور حق ہے'

(۱۰)

اس حدیث میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ سورۃ کا بھی ذکر ہے اور یہ حدیث صحیح سے اور اس حدیث کے مزید طرق بھی موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں:

المنتقى لابن الجارود رقم ۵۳۶.۵۳۷ مسند ابو يعلى (۲۶۶۱)

یہ حدیث صحیح بخاری میں مختصر ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرا بفاتحة الكتاب وقال انها سنة (صحیح بخاری (۱۷۸/۱) كتاب الحناز، السنن الكبرى للبيهقي، (۳۸/۴)

جناب طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب عبد اللہ بن عباسؓ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی پس انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ ”یہ سنت ہے۔“

علاوہ ازیں ابو داؤد (۳۱۹۸) ترمذی (۱۰۲۷)، النسائی (۱۹۸۸)، الدارقطنی وغیرہ میں

بھی یہ حدیث موجود ہے۔

(۲) اس حدیث کو جناب سعید بن ابی سعیدؓ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

ثنا ابن عجلان انه سمع سعيد بن ابى سعيد يقول صلى ابن عباس على جنازة فجهر بالحمد لله ثم قال انما جهرت لتعلموا انها سنة (مستدرک لامام الحاکم ج ۱ ص ۳۵۸) وقال هذا حدیث علی شرط مسلم واقره الذهبی)

جناب سعید بن ابی سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جناب عبد اللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ

(۱۱)

پڑھائی اور الحمد للہ (سورۃ الفاتحہ) کو اونچی آواز میں پڑھا اور فرمایا کہ میں نے (سورۃ الفاتحہ کو) اونچی آواز میں اس لئے پڑھا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ ”سنت“ ہے۔

امام البیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

عن سعید بن ابی سعید قال سمعت ابن عباس یجهر بفاتحة
الکتاب علی الجنازة ویقول انما فعلت لتعلموا انها سنة (السنن
الکبری ج ۴ ص ۳۹)

”جناب سعید بن ابی سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب عبداللہ بن عباسؓ سے نمازہ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ سنی جسے انہوں نے اونچی آواز میں پڑھا اور فرمایا کہ میں نے یہ کام اس لئے کیا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ ”سنت“ ہے۔“

اوپر والی روایت میں ہے کہ انہوں نے الحمد للہ پڑھی اور اس روایت میں ہے کہ انہوں نے فاتحہ الکتاب پڑھی اس روایت نے اوپر والی روایت کی وضاحت کر دی کہ الحمد للہ سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے۔ جناب ابوہریرہؓ کے اثر میں حمدت اللہ آیا تو اس سے مراد بھی سورۃ الفاتحہ ہے۔

(۳) اس حدیث کو جناب شرمیل بن سعد رحمہ اللہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں۔

جناب شرمیل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں جناب عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ابواء میں نمازہ جنازہ پڑھایا اور تکبیر اولیٰ کہی پھر ام القرآن (سورۃ الفاتحہ) پڑھی اور سورۃ الفاتحہ کی (قراءت) کے دوران اپنی آواز کو بلند رکھا پھر نبی ﷺ پر درود پڑھا پھر کہا اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے..... (یعنی میت کے حق میں دعا کی) (مستدرک ج ۱ ص ۳۵۹) السنن الکبری للبیہقی (۴۲)

امام حاکم فرماتے ہیں کہ ”شریح بن سعد سے شیخین نے احتجاج نہیں کیا اور وہ اہل المدینہ کے تابعی ہیں اور میں نے اس حدیث کو اوپر ذکر کر کے احادیث کے لئے صرف شاہد کے طور پر ذکر کیا ہے۔ پس وہ احادیث مختصر مجمل ہیں جب کہ یہ حدیث مفسر ہے۔“

حافظ ابن حجر العسقلانی اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صدوق اخطط فی اخرہ حافظ ابن حجر العسقلانی اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صدوق اخطط فی اخرہ (تقریب) اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں وشریح بن سعد مختلف فی ثقہ (فتح الباری ۲۰۴/۳) بہر حال شواہد اور تائید میں ان کی روایت پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ ذہبی نے امام حاکم کی اس وضاحت پر کوئی تنقید نہیں کی اور اسے برقرار رکھا ہے اور جناب عبداللہ بن عباس کی اس روایت کی تائید جناب ابوامامہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو آگے بیان کی جائے گی۔

(۴) جناب زید بن طلحہ التیمی رحمہ اللہ بھی جناب عبداللہ بن عباس سے سورۃ الذاحمہ اور سورۃ مع جہر کی روایت نقل کرتے ہیں۔ (المستقی لابن الجارود ص ۱۸۸)

امام الترمذی عبداللہ بن عباس کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

هذا حدیث حسن صحیح، والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم یختارون ان یقرا بفاتحة الكتاب بعد التكبيرة الاولى، وهو قول الشافعی و احمد واسحاق وقال بعض اهل العلم لا یقرا فی الصلاة علی الجنازة، انما هو الثناء علی اللہ والصلاة علی نبیہ ﷺ وهو قول الثوری وغیرہ من اهل الكوفة (جامع الترمذی)

”یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی ﷺ کے اہل علم صحابہ کرام وغیرہم سے بعض کا اس پر عمل ہے انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ تکبیر اولی کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی جائے اور

یہی قول امام الشافعی، امام احمد اور امام اسحاق کا بھی ہے، اور بعض اہل علم کا کہنا کہ نماز جنازہ میں قرائت نہ کی جائے، بلکہ یہ (نمازہ جنازہ) اللہ تعالیٰ کی ثناء اور نبی ﷺ پر درود پڑھنے کا نام ہے اور یہ قول امام سفیان ثوری اور اہل کوفہ وغیرہ کا ہے (الترمذی) اور یہ اصولی بات ہے کہ ہر شخص کی بات دلیل کے ساتھ قبول کی جاسکتی ہے اور دلیل ہی کے ساتھ رد کی جاسکتی ہے۔ سوائے نبی ﷺ کے کیونکہ آپ کا فرمان حجہ (دلیل) کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام مجاہد رحمہ اللہ کا فرمان امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ (جزء رفع الیدین ص ۱۰۶، رقم ۱۰۷) سورۃ الفاتحہ پڑھنے والوں کے پاس نبی ﷺ کی سنت کی دلیل موجود ہے جب کہ دوسرے اس دلیل سے محروم ہیں۔

جناب عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں اجتہاد کی گنجائش موجود نہیں ہے بلکہ انہوں نے ایک سنت کو امت تک منتقل فرمایا ہے اور یہ صرف عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہی نہیں ہے بلکہ دوسرے صحابہ کرام بھی اس عمل کے سنت ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔

(۲) جناب ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہما کی روایت:-

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نقل فرماتے ہیں:

(۱) وروی عبدالرزاق والنسائی عن ابی امامة بن سهل بن حنيف قال السنة في الصلوة على الجناره ان يكبر ثم يقرأ بام القرآن ثم يصلى على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يخلص الدعاء للميت ولا يقرأ الا في الاولى، اسناده صحيح (فتح الباری ج ۳ ص

(۲۰۴-۲۰۳)

”جناب ابوامامہ بن سہل بن حنیفؒ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ کہی جائے پھر سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے پھر نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے پھر خلوص کے ساتھ میت کے لئے دعاء کی جائے اور قراءت صرف پہلی تکبیر کے بعد کی جائے۔“

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث میں جناب ابوامامہؒ نے نماز جنازہ کا مکمل طریقہ بیان کیا ہے اور اس طریقہ کو سنت قرار دیا ہے۔ ایک اور حدیث میں یہ روایت مزید مفصل بیان ہوئی ہے چنانچہ

ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

السنة في الصلوة على الجنازة ان تكبر، ثم تقرأ بام القرآن ثم
تصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم تخلص الدعاء للميت ولا
تقرأ الا في التكبير الاولى ثم تسلم في نفسه عن يمينه (المنتقى
لابن الجارود ص ۵۴۰ الرقم ۱۸۹)

”نماز جنازہ کے ادا کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ آپ تکبیر اولیٰ کہیں۔ پھر آپ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کریں، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھیں۔ پھر میت کے حق میں اخلاص کے ساتھ دعاء کریں اور قراءت صرف پہلی تکبیر کے بعد کریں پھر آپ دائیں طرف آہستہ آواز میں سلام پھیریں۔“

نسائی کی روایت میں سورۃ الفاتحہ کے سلسلہ میں مخافتہ (آہستہ) کے الفاظ آئے ہیں۔ اور اس روایت میں سلام کے متعلق آہستہ کے الفاظ آئے ہیں مطلب یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ اور سلام کو بہت زیادہ جہر (بلند آواز) سے ادا نہ کیا جائے۔ بلکہ آہستہ آواز میں پڑھا جائے تاکہ صرف

مقتدی سن لیں۔ کیونکہ اگر سلام کو بھی بالکل آہستہ کہا جائے تو پھر مقتدیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ نماز ختم ہوگئی ہے۔ نیز سورۃ الفاتحہ کو تعلیم کے لئے جھرا بھی پڑھا جائے تاکہ لوگوں کو اس سنت کا علم ہو جائے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کا عمل اس کا شاہد ہے۔

(۳) اس حدیث کو ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے علاوہ رجل من اصحاب النبی ﷺ بھی روایت کرتے ہیں (رواہ الشافعی فی مسندہ، السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۳۹) اور (۴) حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے ہیں (علل الحدیث (۱/۳۵۶) لامام ابن ابی حاتم الرازی)

نیز ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مصنف عبدالرزاق (۶۳۲۸) سنن النسائی (۱۹۸۹)، المشقی لابن الجارود (ص ۵۳۰) مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۲۹۶) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

سنت کی تعریف:

صحابی کسی عمل کو سنت کہے تو اس سے مراد نبی ﷺ کی سنت ہوتی ہے۔ اقوال سلف کے لئے ملاحظہ فرمائیں: نصب الراية (۱/۳۱۳)

مستدرک (۱/۳۵۸، ۳۶۰) فتح الباری (۲/۲۰۴)، کتاب الامام الشافعی (۱/۲۴۰) وغیرہم

(۵) ام شریک الانصاریہ بیان کرتی ہیں

امرنا رسول اللہ ﷺ ان نقرأ علی الجنائز بفاتحة الكتاب (ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی القراءة علی الجنائز) (۱۴۹۶)

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازہ پر سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔“

اس حدیث میں ایک راوی شہر بن حوشب ہے جو مختلف فیہ ہے، امام مسلم نے دوسرے راوی سے ملا کر ان سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی یہ حدیث شواہد میں حسن سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

اس حدیث کی تائید اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا صليتم على الجنابة فاقراءوا بفاتحة الكتاب (مجمع الزوائد ۳۲/۳) وقال الهيثمي روى الطبراني في الكبير وفيه معلى بن (حمران ولم اجد من ذكره وبقية رجاله موثقون و في بعضهم كلام.)

”جب تم جنازہ پڑھو تو اس میں سورۃ الفاتحہ پڑھو“۔ (امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی معلیٰ بن حمران ہے جن کا ترجمہ مجھے نہیں ملا اور باقی راوی ثقہ ہیں اور بعض پر کچھ کلام ہے۔“

سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے سلسلہ میں بعض صحابہ کرامؓ کے آثار بھی موجود ہیں مثلاً

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ (سنن الدارقطنی ۷۳/۲)، السنن الکبریٰ (۳۹/۳)، مصنف ابن ابی شیبہ (۲۹۷/۳) حسن بن علی رضی اللہ عنہما (ابن ابی شیبہ (۳۹/۳)، جس صحابی نے ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ پر جنازہ پڑھا تھا تو اس نے جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی۔ ابن ابی شیبہ (۲۹۸/۳) عبداللہ بن مسعودؓ (الاوسط لابن المنذر (۴۳/۵) ابن ابی شیبہ (۲۹۷/۳) المحلی (۱۲۹/۵)، فقہ ابن مسعود مترجم ۳۹۸ وغیرہ۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سورة الفاتحة فی الصلوة الجنازة مختلف فی مسائل میں سے ہے ابن المنذر نے جناب عبداللہ بن مسعودؓ جناب حسن بن علیؓ، جناب عبداللہ بن الزبیرؓ اور جناب مسور بن محزومہؓ سے اس کی مشروعیت نقل کی ہے اور یہی بات امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ نے ارشاد فرمائی ہے اور جناب ابوہریرہؓ اور جناب عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہے (لیکن صحابہ کرامؓ سے سورة الفاتحہ پڑھنے کی نفی مروی نہیں ہے) اور یہ قول امام مالک اور کوفیوں کا ہے۔“

حنفیوں کے ہاں بھی اگر سورة الفاتحہ بطور دعاء کے پڑھ لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به (فتاوی عالمگیری
 (۱/۱۶۴) فتاوی قاضی خان (۱/۹۳) نیز ملاحظہ فرمائیں:
 درس ترمذی مولانا محمد تقی عثمانی صاحب۔

یعنی حنفی فلسفہ کے مطابق سورة فاتحہ کو بطور دعاء کے پڑھ لیا جائے لیکن اسے قراءت اور قرآن سمجھ کر نہ پڑھا جائے بالفاظ دیگر اسے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی نہ سمجھا جائے۔ اور یہ قیاس نص کے مقابلے میں فاسد و باطل ہے۔ (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

حقیقت یہ ہے کہ نمازہ جنازہ ایک نماز ہے اور نماز کے متعلق نبی ﷺ نے یہ عام قانون ارشاد فرمایا ہے:

لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب (بخاری و مسلم)

”اس شخص کی نماز نہیں ہے کہ جو نماز میں سورة فاتحہ نہیں پڑھتا۔“

(۱۸)

دوسری حدیث میں ہے:

من صلى صلوة ولم يقرأ فيها بام القرآن فهي خداج ثلثا غير تمام
(صحيح مسلم (۸۷۸)

”جو شخص نماز پڑھے اور نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ناقص ہے تین مرتبہ فرمایا اور فرمایا اس کی نماز نامکمل ہے۔“

معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ اس قدر دلائل کے موجود ہونے کے باوجود بھی تقلید کی بناء پر انہیں تسلیم نہ کرنا کس قدر بد قسمتی کی بات اور تعصب پرستی ہے۔

نماز جنازہ میں دعائیں:

نبی ﷺ سے نمازہ جنازہ میں مختلف دعاؤں کا پڑھنا ثابت ہے اور آپ ان دعاؤں کو بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ اور ان دعاؤں کو سن کر صحابہ کرام یاد کر لیا کرتے تھے اور پھر انہوں نے امت تک ان دعاؤں کو منتقل کر دیا۔

(۱) اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس، وابدله دارا خيرا من داره، واهلا خيرا من اهله، وزوجا خيرا من زوجته، وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار (مسلم ۳/۶۶۳)

”اے اللہ! اس (میت) کو بخش دے اس پر رحم کر اسے عافیت دے اسے معاف

کردے اور اس کی مہمانی باعزت کر اور اس کے داخل ہونے کی جگہ و نبع کر دے اور اسے پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو دے اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا اور اسے اس کے گھر کے بدلے بہتر گھر، گھر والوں کے بدلے بہتر گھر والے اور بیوی کے بدلے بہتر بیوی عطاء کر اور اسے جنت میں داخل کر اور اسے قبر کے عذاب اور آگ کے عذاب سے پناہ دے۔“

نبی ﷺ نے اس دعاء کو بلند آواز سے پڑھا تھا یہی وجہ ہے کہ جب عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ دعاء سنی تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا اور نبی ﷺ مجھ پر اس دعاء کو پڑھتے۔

اسی طرح دوسرے صحابہ کرامؓ سے بھی مختلف دعاؤں کا ثبوت موجود ہے مثلاً مشہور دعاء:

”اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا، وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا
وذكرنا وانثانا، اللهم من احببته منا فاحبه على الاسلام، ومن
توفيته منا فتوفه على الايمان، اللهم لا تحرمنا اجره ولا تضلنا
بعده“

”اے اللہ! ہمارے زندہ، ہمارے مردے، ہمارے حاضر، ہمارے غائب، ہمارے چھوٹے، ہمارے بڑے، ہمارے مرد اور ہماری عورتوں کو بخش دے۔ اے اللہ! تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے مارے اسے ایمان پر مار، اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور ہمیں اس کے بعد گمراہ نہ کر۔“

(ابن ماجہ: ۱/۵۸۰، ح: ۲/۳۶۸، ابوداؤد، ترمذی)

مقتدیوں کا دعاء کے وقت اونچی آواز سے آمین کہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لئے

بہتر یہی ہے کہ مقتدی دل میں آہستہ آمین کہیں۔ نیز مقتدی بھی یہ دعائیں پڑھیں۔

ایک طرف سلام:

(۱) جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ صَلَّى عَلَى حِنَاةٍ فُكْبَرٍ عَلَيْهَا اَرْبَعَاءُ وَ سَلَّمَ تَسْلِيمَةً
وَاحِدَةً (دارقطنی (۱۹۱)، حاکم (۳۶۰/۱)، البیہقی (۴۳/۴) وقال
البانی اسنادہ حسن (احکام الجنائز ۱۲۸)

”رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز ادا فرمائی پس آپ نے اس پر چار تکبیرات
کہیں اور صرف ایک سلام پھیرا“

(۲) ابوامامہؓ نے بھی نماز جنازہ کا سنت طریقہ بتاتے دئے فرمایا: اثم تسلم فی نفسہ عن
بمیسہ پھر ۱۰ میں طرف سلام پھیرے آہستہ آواز میں (المشتقی) یہ روایت قراءت کے عنوان
میں موصول گزر چکی ہے۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت مثلاً علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، جابر بن
عبداللہ، عبداللہ بن ابی اونی، ابوہریرہ (متدرک حاکم) وائلہ ابن الاسقع اور ابوامامہ وغیرہم سے
صرف ایک طرف سلام پھیرنا ثابت ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی (۴۳/۴)۔

جس روایت میں دونوں طرف سلام پھیرنے کا ذکر ہے۔ (السنن الکبریٰ (۴۳/۴) اس
روایت ایک راوی ابراہیم بن یزید النعمی مدلس ہے اور اس نے اس حدیث کو عن سے روایت کیا
ہے۔ نیز اس سلسلہ کی کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

(تنبیہ) نماز جنازہ کے بعد دوبارہ اجتماعی دعاء کرنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ ایک

بدعت ہے۔ اسی طرح نمازہ جنازہ کے بعد حیلہ اسقاط کا عمل بھی بدعت و ضلالت ہے جو مولویوں نے صرف اپنے پیٹ کے جہنم کو بھرنے کیلئے اسے ایجاد کیا ہے۔ البتہ دفن کے بعد میت کے لئے مغفرت اور ثابِت قدمی کی دعاء ثابت ہے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی میت کو دفن کرتے تو قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے: اپنے بھائی کے لئے مغفرت اور ثابِت قدمی کی دعاء کرو کیونکہ اس وقت اس (میت) سے قبر میں سوال کیا جا رہا ہے۔ (ابوداؤد ۳۲۲۳)، مستدرک (۱/۳۷۰) البیہقی (۳/۵۶)

نماز جنازہ کے دیگر مسائل

- (۱) صلوٰۃ الجنائزۃ، جنازہ گاہ (موضع الجنائز) میں ادا کی جائے جو مسجد کے ساتھ ملحق ہو۔ (صحیح بخاری، مسند احمد، مستدرک حاکم)
- (۲) مسجد میں بھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ (صحیح مسلم)
- (۳) مرد کے جنازہ میں امام اس کے سر کے مقابل اور عورت کے جنازہ میں وسط میں کھڑا ہو۔ (مسند احمد، بخاری و مسلم)
- (۴) امام تعلیم کے لئے قراءت اور دعائیں بلند آواز سے پڑھے۔ تاکہ لوگوں کو ان کا علم ہو جائے۔ (بخاری و مسلم)
- (۵) ساقط (مردہ پیدا ہونے والے) بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والسقط یصلی علیہ ویدعی لوالدیہ بالمغفرة وللرحمة (مسند احمد (۴/۲۴۹)، مسند الطیالسی (۷۰۱، ۷۰۲) الموسوعة

(۲۲)

مسند احمد (۳۰/۱۱۰) رقم ۱۸۱۷۴، ۱۸۱۸۱

”ساقط بچہ پر نماز پڑھی جائے گی اور اس کے والدین کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعاء کی جائے گی۔“

یعنی ان کے لئے اللهم اغفر لوالديه وارحهما اے اللہ تو اسکے والدین کی مغفرت فرما اور ان دونوں پر رحم فرما۔ کے الفاظ ادا کئے جائیں گے

تعزیت کا مسنون طریقہ:

میت والے یہ دعاء پڑھیں:

انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتى واخلف لي خيرا منها (صحیح مسلم (۲۱۲۷) کتاب الجنائز

”بے شک ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کا نعم البدل عطا فرما۔“

یہ دعاء ہر طرح کی مصیبت، نقصان اور تکلیف میں پڑھی جاسکتی ہے، اس دعاء کو یقین سے پڑھنے والے کو وہی چیز یا اس کا نعم البدل مل جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے:

اذا حضر تم المريض او المیت فقولوا خیرا فان الملكة یؤمنون علی ماتقولون (صحیح مسلم (۲۱۲۹)

”جب تم کسی مریض یا میت کے پاس جاؤ تو وہاں کلمہ خیر ادا کرو کیونکہ تم جو کچھ بھی کہتے

ہو تو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔“

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی موت کے وقت تشریف لے گئے ان کی آنکھیں پتھر اگئیں تھیں۔ آپ نے ان کو بند کر دیا اور فرمایا جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کے پیچھے (کھلی کی کھلی) رہ جاتی ہیں۔ (یہ سن کر ان کے گھر والے بلند آواز سے چلائے۔ آپ نے فرمایا اس وقت سوائے کلمہ خیر کے کوئی کلمہ بھی اپنی زبان سے نہ نکالو کیونکہ تم جو بات بھی کہو گے تو فرشتے اس پر آمین کہیں گے پھر آپ نے کہا:

اللهم اغفر لابی سلمة وارفع درجته فی المہدیین واخلفه فی عقبه
فی الغابریں واغفر لنا وله یارب العالمین وافسح له فی قبره
ونور له فیہ (صحیح مسلم (۲۱۳۰)

”اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت پانے والوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور ان کے بعد پیچھے رہ جانے والوں میں تو ان کا خلیفہ بن جا اور اے رب العالمین ہمیں بھی بخش دے اور ان کی بھی مغفرت فرما۔ اور ان کی قبر ان پر کشادہ فرما اور اسے نور سے منور فرما“

ابو سلمہ کی جگہ میت کا نام لے۔

میت والوں سے ان الفاظ میں تعزیت کرے۔

ان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل شیء عندہ باجل مسمى فلتصبر
والتحتسب (بخاری ۱۲۸۴) مسلم (۲۱۳۰)

”اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور اس کے پاس ہر چیز مقررہ وقت کے ساتھ ہے (یعنی اس نے ہر چیز کا وقت مقرر کر دیا ہے) اس لئے تمہیں

چاہیے کہ صبر کرو اور ثواب کی نیت رکھو۔“

میت والوں کے پاس دعاء کرتے وقت اگر ہاتھ بھی اٹھا کر دعاء کرے تو اس میں کوئی ہرج
- نہیں۔

(۱) جناب عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اس تفصیلی روایت میں ہے کہ) جعفر طیار کی شہادت کے تین دن بعد آپ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ بلند کر کے دعاء کی:

”اے اللہ جعفر کے پیچھے اسکے اہل (وعیال) کا والی بن جا اور عبداللہ کے ہاتھ میں برکت دے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ کہی۔ (مسند احمد (۲۰۴/۱) حدیث نمبر (۱۷۵۰) الموسوعہ مسند احمد (۲۷۹/۳) طبقات ابن سعد (۳۶/۴) السنن الکبریٰ للنسائی (۸۶۰۳)۔

(۲) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا پانی منگوایا اور وضو فرمایا پھر آپ نے ہاتھ اٹھائے اور (دعا کرتے ہوئے) کہا: اللھم اغفر لعبد ابی عامر (اے اللہ! عبید ابو عامر کی مغفرت فرما۔) اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا۔ اور فرمایا۔ ”اے اللہ! قیامت کے دن اپنی مخلوق میں سے اسے بلند فرما۔“ (بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عند الوضوء (۴۳۲۳-۶۳۸۳) (مسلم ۶۴۰۶)

(۳) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ان کی باری کی ایک رات میں نبی ﷺ بقیع کے قبرستان تشریف لے گئے میں بھی آپ کے پیچھے گئی۔ فاطمال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مسرات (پس آپ نے وہاں طویل قیام کیا پھر آپ نے تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی) (اس طویل حدیث میں ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اہل البقیع کے پاس آئیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعاء

(۲۵)

کریں۔،، (مسلم ۲۲۵۶) کتاب الجنائز باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها) اور
ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے (ان الفاظ میں دعاء فرمائی): اللھم اغفر لاهل
بقیع الغرقد (اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما)۔ مسلم (۲۲۵۵)

ان احادیث سے دعاء مغفرت کے وقت ہاتھ اٹھانے کا جواز نکلتا ہے۔ ایک حدیث میں
دُعَاء کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تعلیم ان الفاظ کے ساتھ دی گئی ہے:

ان ربکم حی کریم یتحی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردھما صفرا رواہ
الترمذی (۳۵۰۶) و ابو داؤد (۱۴۸۸) و البیہقی فی الدعوات
الکبیر (۱/۱۳۷ ح ۱۸۰، ۱۸۱) (مشکلۃ المصابیح (۲۲۴۴) ابن ماجہ (۳۸۶۵)،
مستدرک (۱/۴۹۷)، شرح السنۃ (۵/۱۸۵) طبرانی کبیر (۱۲/۴۲۳) عن سلمان
فارسی

وقال الحافظ زبیر علیزئی: حسن (مشکاة) وقال البانی: صحیح

”تمہارا پروردگار (اور دوسری روایت میں ہے بے شک اللہ تعالیٰ) بہت حیادار ہے اور کریم
ہے اور وہ حیاء کرتا ہے اپنے بندے سے جب کہ وہ اس کی طرف (دعاء کے لئے) ہاتھ اٹھائے
اور وہ ان (ہاتھوں کو) خالی پھیر دے“

اس حدیث سے واضح ہوا کہ بندہ جب دعاء کرے تو دعاء کے وقت ہاتھوں کو بھی اٹھائے،
کیونکہ دعاء میں ہاتھوں کا اٹھانا قبولیت دعاء کا سبب بن جاتا ہے۔ اور یہ حدیث دعاء کے وقت
ہاتھوں کے اٹھانے کی فضیلت پر انتہائی عظیم الشان حدیث ہے۔ نیز دعاء میں ہاتھ اٹھانے کی
احادیث اس کثرت سے وارد ہیں کہ اہل علم نے ان احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ دیکھئے فتح
الباری (۱۱/۱۳۲)۔

تعزیت کے وقت عموماً جو لوگ آتے ہیں وہ تعزیت کے مسنون طریقہ سے ناواقف ہوتے ہیں اور انھیں مسنون دعائیں یاد نہیں ہوتیں اگر دس افراد دعاء کے لئے آگئے تو ہر فرد اونچی آواز سے کہے گا دعاء کرو پھر دوسرا کہے گا دعاء کرو۔ اور تمام لوگ ان کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے ہیں۔ جب کہ بعض لوگ سگریٹ نوشی میں لگے ہوتے ہیں کچھ کے منہ میں پان ہوتے ہیں اور کچھ کے منہ میں نسوار۔ لیکن عادت کے طور پر سب ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور مسنون دعاء کسی کو بھی نہیں آتی الا ماشاء اللہ۔ نیز جو شخص تعزیت کے لئے آتا ہے اسے بار بار ہاتھ اٹھانے پڑتے ہیں اور اس طرح تعزیت کے عمل میں بدعت کا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔ مسنون طریقہ یہی ہے کہ اہل میت کے ہاں جا کر انھیں تعزیت والی دعاء کے ساتھ صبر کی تلقین کریں۔ پھر میت کے لئے مغفرت کی دعاء کریں اور دعاء کے وقت ہاتھ اٹھا کر میت کے لئے دعاء مغفرت کر لے۔ تو اس کا یہ عمل درست ہے اور دعاء کے بعد واپس آ جائیں۔ ممکن ہو تو اہل میت کو تعزیت کا مسنون طریقہ بتادیں اور وہاں موجود تمام لوگوں کو بھی اس کی تعلیم دیں۔ بعض لوگ تعزیت کے وقت دعاء کا بالکل انکار کر دیتے ہیں تو یہ ان حضرات کی جہالت ہے اس لئے کہ جہاں نبی ﷺ سے دعاء ثابت ہے۔ وہاں دعاء کا پڑھنا مسنون عمل ہے اور اہل ایمان کو اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

زیارت القبور کا مسنون طریقہ :-

(۱) زیارت القبور کا مقصد :-

قیور کی زیارت کا مقصد عبرت حاصل کرنا اور اہل قیور کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا ہے۔ البتہ مشرکین کے لئے مغفرت طلب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اور آپ رو پڑے اور ان لوگوں کو بھی رلا دیا جو آپ کے ارد گرد تھے پھر فرمایا: میں نے اپنے رب سے اجازت طلب

کی تھی کہ اپنی والدہ کے لئے مغفرت کی دعاء کروں مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی (قرآن کریم میں مشرکین کے لئے مغفرت طلب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ دیکھئے سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۳) اور میں نے اجازت طلب کی کہ ان کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اس کی اجازت دی گئی لہذا تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔،، (صحیح مسلم (۲۲۵۹) ابن ماجہ (۱۵۷۲) سنن احمد) (تفسیر ابن کثیر۔

امام ابن ماجہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے: باب ماجاء فی زیارة قبور المشرکین (مشرکین کی قبور کی زیارت کرنے کا بیان) اور اس باب کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے۔ جناب عبد اللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک عربی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرا والد صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور وہ ایسا تھا اور ایسا تھا (یعنی بہت نیک تھا) اب وہ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم میں ہے (کیونکہ وہ مشرک تھا) تو گویا اس بات سے اس کو تکلیف ہوئی پس اس نے کہا کہ اللہ کے رسول آپ کا والد کہاں ہے؟ پس رسول ﷺ نے فرمایا تو جب بھی کسی مشرک کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے آگ (جہنم) کی بشارت سنا دو پھر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ اور کہا کہ مجھے رسول ﷺ نے ایک ذمہ داری سونپی تھی چنانچہ میں جب کسی کافر کی قبر سے گزرا تو میں نے اسے جہنم کی بشارت سنائی۔،، (ابن ماجہ (۱۵۷۳) صحیح مسلم میں یہ حدیث مختصر ہے۔

انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! میرا والد کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ وہ جہنم میں ہے پس جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا! بے شک میرا والد اور تیرا والد دونوں جہنم میں ہیں۔ (صحیح مسلم (۵۰۰) اس حدیث پر جو باب قائم ہے اس کے الفاظ ہیں جو شخص کفر پر مرمگیا پس وہ جہنمی ہے اسے نہ تو کسی کی شفاعت اور نہ مقربین کی قرابت اور رشتہ داری کام آئے گی۔) بہر حال کافرین و مشرکین کی قبروں کی زیارت کے

وقت ان کے لئے دعاء مغفرت وغیرہ نہیں ہے بلکہ انہیں جہنم کی بشارت سنانی ہے۔ اور ان سے عبرت حاصل کی جائے کہ وہ بد نصیب کافر و مشرک مر گئے اور جہنم کا ایندھن بن گئے۔

(متنبیہ)

رسول ﷺ کے والدین کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ان کو زندہ کیا گیا اور کلمہ پڑھ کر وہ مر گئے لیکن یہ کھلا جھوٹ ہے اور اس طرح کی کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ مرنے کے بعد کسی کو ایمان کی دولت عطاء فرمائے۔

جناب عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ قبریں دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہیں اور آخرت یاد دلاتی ہیں۔ (ابن ماجہ (۱۵۷۱)۔

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ بے شک یہ آخرت کو یاد دلاتی ہیں۔ (ابن ماجہ (۱۵۶۹)۔

جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا۔ سنو اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبریں دل کو نرم کرتی ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہاتی ہیں۔ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ اور ہجر (جدائی) کے الفاظ نہ کہو، (متدرک (۳۷۶/۱)۔

(۲) دوسرا مقصد اہل القبور پر سلام بھیجنا:

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ انہیں یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب قبرستان جائیں تو یہ کلمات کہیں۔

السلام عليكم اهل الديار من المومنين والمسلمين وان شاء الله
بكم للاحقون نسال الله لنا ولكم العافية (صحيح مسلم
۲۲۰۷) مشکوة المصابيح (۱۷۶۴)

”سلام ہو تم پر اے گھر والو مومنین میں سے اور مسلمین میں سے اور ہم بھی اگر اللہ
نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہم اپنے لئے اور آپ کے لئے
عافیت کا سوال کرتے ہیں۔“

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میری باری کی ہر رات کے
آخری پہر میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے۔

السلام عليكم دار قوم مومنين و اتاكم ماتو عدون غدا موجلون و
انا ان شاء الله بكم للاحقون اللهم اغفر بقیع الغرقد (مسلم
۲۲۰۵)۔ مشکوة (۱۷۶۶)

”سلامتی ہو تم پر اے مومنین قوم کے گھر والو اور تمہارے پاس وہ چیز آئی کہ جس کا تم
سے کل کا وعدہ کیا گیا تھا (یعنی موت) اور تم کو ایک مدت معین تک مہلت دی گئی اور ہم
بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تمہارے پاس آنے والے ہیں اے اللہ بقیع غرقد والوں
کو بخش دے۔“

(۳) تیسرا مقصد اہل القبور کے لئے دعاء مغفرت۔

قبرستان جانے کا تیسرا مقصد اہل القبور کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا ہے
عائشہ صدیقہ کی مفصل روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جناب جبریل آئے
تھے اور انھوں نے مجھے کہا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع والوں کے لئے مغفرت کی

(۳۰)

دعاء طلب کریں۔ (مسلم) یہ روایت پیچھے گزر چکی ہے۔

عورتوں کے لئے زیارت القبور کا جواز

رسول ﷺ نے ابتداء میں لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا جب صحابہ کرام کی تربیت اور اصلاح ہو گئی۔ اور یہ خدشہ باقی نہ رہا کہ کوئی شخص قبر پرستی اور شرک میں مبتلا ہوگا تو قبروں کی زیارت کا حکم دے دیا گیا چنانچہ اس سلسلے کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **نہیستکم عن زیارة القبور فزورواھا** (صحیح مسلم ۲۲۶) ”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (لیکن اب اس کی اجازت دیتا ہوں) پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو،“

اس حدیث سے جہاں مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کا جواز لگتا ہے وہاں عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ:

(۱) بنی ﷺ نے اس حکم سے عورتوں کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔

(۲) اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ: ”میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے سے منع کر دیا تھا لیکن اب جتنی دیر چاہو رکھو،“ (مسلم ۲۲۶۰) اب جس طرح کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے اور عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح زیارت القبور کا اس حدیث سے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جواز ثابت ہوتا ہے۔

(۳) عبد اللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبرستان میں سے آ رہی تھیں میں نے عرض کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لارہی ہیں؟ انہوں

(۳۱)

نے فرمایا کہ میں عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر سے آ رہی ہوں میں نے عرض کیا کیا رسول ﷺ نے (عورتوں کو) قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں لیکن پھر ہمیں قبروں کی زیارت کا حکم دیا گیا۔ (متدرک (۱/۳۷۶) السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/۷۸)

اور ابن ماجہ (۱۵۷۰) کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ”رسول ﷺ نے زیارت القبور کی رخصت عطاء فرمادی تھی“

علامہ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا (۱/۳۷۶) اور علامہ ابو صیری نے فرمایا اسنادہ صحیح (رجال الثقات) (الروائد (۱/۹۸۸) وھو کا قالد (احکام الجنائز ص ۱۸۱)

یہ حدیث ناخ ہے! اگر ممانت کا کوئی حکم موجود بھی ہو تو وہ اس حدیث سے منسوخ ہوگا۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ عورتیں بھی قبرستان کی زیارت کر سکتی ہیں۔ جس روایت میں ہے کہ اگر میں عبدالرحمن بن ابی بکر کے دفن کے وقت ان کے پاس موجود ہوتی تو کبھی بھی قبر کی زیارت کے لئے حاضر نہ ہوتی۔ (ترمذی ۱۰۵۵)، ابن ابی شیبہ (۳/۱۳۰) مشکوٰۃ (۱۷۱۸) لیکن یہ روایت ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) عائشہ صدیقہؓ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کی باری کی ایک رات نبی ﷺ بقیع تشریف لے گئے، عائشہؓ ”بھی آپ کے پیچھے پیچھے بقیع قبرستان پہنچ گئیں۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول جب میں قبرستان کی زیارت کروں تو کیا دعا پڑھوں آپ نے فرمایا کہ یہ الفاظ کہو!

السلام علیکم اهل الدیار من المومنین و المسلمین و یرحم اللہ
المستقد مین منا و المستاخرین و انا ان شاء اللہ بکم للاحقون
(صحیح مسلم (۲۲۰۶) مشکوٰۃ (۱۷۶۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۳۲)

”سلامتی ہوا گھر والو۔ مومنین اور مسلمین میں سے۔ اور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ہم میں سے پہلے آنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں پر اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں“

(۴) انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرا اور صبر اختیار کر۔ وہ کہنے لگی دور ہو جا اس لئے کہ تجھے مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی۔ اس عورت نے آپ کو نہیں پہچانا۔ (آپ وہاں سے تشریف لے گئے) تو اس عورت سے کہا گیا یہ نبی ﷺ تھے۔ پس وہ نبی ﷺ کے دروازہ پر آئی اور وہاں کسی دربان کو نہ دیکھا کہنے لگی میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا۔ آپ نے فرمایا: صبر صدمہ کے شروع میں ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری) کتاب الجنائز باب زیارة القبور (۱۲۸۳) نیز ملاحظہ فرمائیں: ۱۲۵۲، ۱۳۰۲، ۱۵۴، ۱۵۴۔ صحیح مسلم (۲۱۴۰)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ عورتیں قبرستان جاسکتی ہیں البتہ وہاں قبروں پر رونا دھونا اور جزع و فزع سے منع کیا گیا ہے۔ آپ نے اس عورت کو رونے سے تو منع فرمایا لیکن قبرستان آنے سے نہیں روکا۔ امام بخاری نے اس حدیث پر ایک باب زیارة القبور کا بھی قائم کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک بھی عورتیں قبرستان جاسکتی ہیں۔

ممانت کی احادیث کی تحقیق:-

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لعن رسول اللہ ﷺ زوارات القبور (ابن ماجہ (۱۰۷۶)،
الترمذی (۱۰۵۶) ابن حبان (۷۸۹)، البيهقي (۷۸/۴)، مسند
احمد (۳۳۷/۲)۔

”رسول اللہ ﷺ نے کثرت کے ساتھ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لعن الله زوارات القبور (البيهقي (۷۸/۴)، مسند طيالسي (۱۷۱/۱)
 ”اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ کثرت کے ساتھ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر
 لعنت فرمائی ہے۔“

اس سلسلہ میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بھی روایت موجود ہے۔ (الاحکام ص
 ۱۸۵)۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کی یہ رائے ہے کہ اس
 حدیث کا تعلق رخصت دینے سے قبل کا ہے اور جب آپ نے رخصت دے دی تو مرد اور عورتیں
 دونوں اس اجازت میں شامل ہیں۔“

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ”لعنت مذکور کا تعلق ان عورتوں سے ہے کہ جو کثرت کے ساتھ
 قبروں کی زیارت کے لئے جاتی ہیں کیونکہ زوارات مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس
 طرح سے شوہر کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، اور عورتیں مردوں کو اپنی زیب و زینت دکھاتی ہیں۔
 اور عورتوں کا قبروں پر چیخ و پکار کر کے رونا وغیرہ جیسے امور ہیں اور کہا گیا ہے کہ جب ان تمام
 باتوں سے امن ہو تو پھر ان کے لئے ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ موت کو یاد کرنا عورتوں اور
 مردوں دونوں کے لئے (ضروری) ہے (احکام الجنازہ ص ۱۸۷)

ذکر چند بدعات اور دیگر مسائل کا:

مرنے والے کے قریب سورۃ یسین کی تلاوت کرنے والی کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ (احکام الجنائز ص ۲۰، فقہ الحدیث (۱/۵۹۹)۔

دفن کے بعد قبر پر سورۃ البقرۃ کی شروع کی اور آخری آیات پڑھنے والی عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع و موقوف دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ (احکام الجنائز ص ۱۹۲-۲۵۶) اور صحیح حدیث میں قبرستان میں تلاوت قرآن کی ممانعت آئی ہے۔ (مسلم (۱۸۲۳) اور جمہور اسی کے قائل ہیں (احکام الجنائز ص ۲۶۲)، فقہ الحدیث (۱/۶۵۳)۔
دفن کے بعد قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔

قبروں کو پختہ بنانا، ان پر کوئی عمارت یا مسجد تعمیر کرنا، ان پر بیٹھنا، قبروں پر کوئی کتبہ آویزاں کرنا یہ تمام امور ممنوع اور ناجائز ہیں۔ (مسلم (۲۲۳۵) ابو داؤد (۳۲۲۶) ترمذی (۱۰۵۲)۔
دفن کے وقت قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے آیت منہا خلقنکم پڑھنے والی روایت سخت ضعیف ہے۔ (مسند احمد (۲۵۳/۵) متدرک (۳۷۹/۲) البیہقی (۳۰۹/۳) الموسوٰۃ مسند احمد (۲۲۱۸/۲)۔

جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اونچی آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے۔ صحابہ کرامؓ اس چیز کو ناپسند کرتے تھے۔ (البیہقی (۷۴/۳)۔

کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے سوائے بیوہ کے جو اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن ساگ کرے گی (یعنی عدت گزارے گی) (بخاری (۱۲۸۰)، مسلم (۳۷۴۰)۔

میت پر نوحہ کرنا یعنی چیخ و پکار کے ساتھ رونا، گالوں کو پیشنا، سینہ کو بی کرنا، گریبان چاک کرنا،

غم کے اظہار کے لئے سر کو منڈوانا (یا کالے کپڑے پہننا) وغیرہ ناجائز و حرام ہے۔
(بخاری (۱۲۹۷) مسلم (۲۸۵-۲۸۸))

میت کے دفن کے بعد اہل میت کے ہاں لوگوں کا جمع ہونا اور میت کے گھر کھانا تیار کرنا جائز نہیں بلکہ نوحہ کی طرح حرام ہے۔ (مسند احمد (۲/۲۰۵ ح ۶۹۰۵)، ابن ماجہ (۱۶۱۲) حدیث صحیح (الموسمۃ مسند احمد (۱۱/۵۰۵))

قبروں پر عرس میلہ منانا، ناچ، رنگ اور گانے کی محفلیں جمانا، عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماع، قبروں پر جانور ذبح کرنا، آلات موسیقی استعمال کرنا، کسی مزار کی زیارت کے لئے سفر کرنا، قبروں پر چراغاں کرنا یا آگ جلانا وغیرہ یہ تمام کام ناجائز اور حرام ہیں اور جاہلیت کے کام ہیں جن سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

اہل میت کے لئے تیجہ، ساتواں، دسواں، جمعرات، چالیسواں، اور برسی منانا اور اس میں مختلف کھانے تیار کرنا، نیز مولویوں سے ختم یا فاتحہ دلوانا، قرآن خوانی کرنا وغیرہ۔ یہ تمام کی تمام بدعات ہیں جو اہل بدعت نے پیٹ کے جہنم کو بھرنے کے لئے ایجاد کی ہیں۔ اور عوام الناس ان بدعات کو اب فرائض سے بھی اونچا مقام دے چکے ہیں اور ان کے تارک کو وہ قابل نفرت سمجھتے ہیں جبکہ فرائض کے تارک کو وہ کچھ نہیں کہتے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جمعرات، شب برأت وغیرہ میں روئیں آتی ہیں اور وہ دیکھتی ہیں کہ ان کے لئے کیا کچھ تیار کیا گیا ہے اگر مختلف کھانے، کھیر، حلوہ وغیرہ تیار نہ کیا گیا ہو تو وہ ناراض ہو کر لوٹ جاتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ روئیں تو ضرور آتی ہیں لیکن وہ مردوں کی نہیں بلکہ زندہ مولویوں کی ہوتی ہیں جو تمام پلینوں کو صاف کر کے چلی جاتی ہیں۔ روئیں دنیا سے چلے جانے کے بعد واپس نہیں آسکتیں۔ قرآن وحدیث کا یہی فیصلہ ہے۔ (یسین: ۳۱، ۵۰، الانبیاء: ۹۵)، مسلم (۱۸۸۷) ترمذی (۳۰۱۰) ابن ماجہ (۱۹۰) وغیرہ۔ تفصیل کے لئے علامہ البانی کی کتاب ”احکام الجنائز“ اور حافظ عمران ایوب لاہوری **رحمۃ اللہ علیہ** کا مقدمہ ”الحدیث“ کا مطالعہ فرمائیں۔

حنفی عوام سے ہماری درخواست

(۱) حنفی حضرات نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک پڑھتے ہیں حالانکہ کسی بھی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

(۲) حنفی حضرات نماز جنازہ میں جو دُور پڑھتے ہیں یعنی اللھم صلی علی محمد علی آل محمد کما صلیت وسلمت ورحمت وترحمت یہ دُور بھی من گھڑت ہے اور کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

(۳) اسی طرح بچے اور بچی کی جو الگ الگ دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا ثبوت بھی نبی ﷺ کی کسی حدیث سے نہیں ملتا۔

حنفی بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نماز جنازہ درست کر لیں اور اسے سنت کے سانچے میں ڈھال لیں کیونکہ خلاف سنت کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ حنفی بھائیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے علماء سے اس حنفی نماز جنازہ کا ثبوت طلب کریں اور اگر وہ اس کا ثبوت پیش نہ کر سکیں تو پھر وہ حقیقت سے تائب ہو کر محمدی بن جائیں اور محمد ﷺ کی بتائی ہوئی محمدی نماز جنازہ کو سینے سے لگائیں کہ اسی میں کامیابی ہے۔

ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما (الاحزاب ۷۱)

”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا تو وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔“

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مفتی ابو جابر عبداللہ داماتوی

۱۱ شعبان ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۷ ستمبر ۲۰۰۴ء

حافظ زبیر علی زئی

نماز جنازہ پڑھنے کا صحیح و مدلل طریقہ

- ۱۔ وضوء کریں (۱)
- ۲۔ شرائط نماز پوری کریں (۲)
- ۳۔ قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں (۳)
- ۴۔ تکبیر (اللہ اکبر) کہیں (۴)
- ۵۔ تکبیر کے ساتھ رفع یدین کریں (۵)
- ۶۔ اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھیں (۶)
- ۷۔ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھیں (۷)
- ۸۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَفَحْهٍ وَنَفْثِهِ پڑھیں (۸)
- ۹۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھیں (۹)
- ۱۰۔ سورہ فاتحہ پڑھیں (۱۰)
- ۱۱۔ آمین کہیں (۱۱)
- ۱۲۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھیں (۱۲)

(۱) حدیث ”لا تقبل صلوة بغير طهور“ وضوء کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی / رواہ مسلم فی صحیحہ: (۵۳۵) ۲۲۴/۱ [نیز دیکھئے صحیح بخاری: ۶۲۵۱]

(۲) حدیث ”وصلوا كما رأيتموني أصلي“ اور نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے / رواہ البخاری فی صحیحہ: ۶۳۱

(۳) موسوعۃ الإجماع فی الفقہ الإسلامی (ج ۲ ص ۷۰۴) وانظر صحیح البخاری: ۶۲۵۱

(۴) عبدالرزاق فی المصنف (۳/۲۸۹، ۴۹۰ ج ۶۲۲۸) وسندہ صحیح، وصحیح ابن الجارود بروایتہ فی المنشی (۵۴۰)

زبان کے ساتھ نماز جنازہ کی نیت ثابت نہیں ہے۔

(۵) عن نافع قال ”كان (ابن عمر) يرفع يديه في كل تكبيرة على الجنائز“ (ابن أبي شيبة فی المصنف ۲۹۶/۳ ج ۱۱۳۸۰ وسندہ صحیح)

(۶) البخاری: (۷۴۰) والإمام مالك في الموطأ (۱۵۹/۱ ج ۳۷۷)

(۷) أحمد فی مسندہ (۲۲۶/۵ ج ۲۲۳۱۳) وسندہ حسن، وعنه ابن الجوزي في التحقيق (۲۸۳/۱ ج ۴۷۷)

تنبیہ: یہ حدیث مطلق نماز کے بارے میں ہے جس میں جنازہ بھی شامل ہے کیونکہ جنازہ بھی نماز ہی ہے۔

(۸) سنن ابی داؤد (۷۷۵) وسندہ حسن

(۹) النسائی (۹۰۶) وسندہ صحیح وصحیح ابن خزیمہ (۴۹۹) وابن حبان (الاحسان: ۱۷۹۷) والحاكم علی شرط الشيخین (۲۳۲/۱) ووافقه الذهبي وأخطأ من ضعفه

(۱۰) البخاری (۱۳۳۵) وعبدالرزاق فی المصنف (۳/۲۸۹، ۴۹۰ ج ۶۲۲۸) وابن الجارود (۵۴۰)

☆ چونکہ سورہ فاتحہ قرآن ہے لہذا اسے قرآن (قرأت) سمجھ کر ہی پڑھنا چاہیے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ قرأت (یعنی قرآن) سمجھ کر نہ پڑھی جائے بلکہ صرف دعا سمجھ کر پڑھی جائے ان کا قول باطل ہے۔

(۱۱) النسائی (۹۰۶) وسندہ صحیح، ابن حبان (الاحسان: ۱۸۰۵) وسندہ صحیح

(۱۲) مسلم فی صحیحہ (۴۰۰/۵۳) وهو صحیح والشافعي في الأم (۱۰۸/۱) وصحیح الحاكم علی شرط مسلم (۲۳۳/۲) ووافقه الذهبي وسندہ حسن

۱۳۔ ایک سورت پڑھیں (۱)

۱۴۔ پھر تکبیر کہیں (۲) اور رفع یدین کریں (۳)

۱۵۔ نبی صلی اللہ پر درود پڑھیں (۴) مثلاً

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ
مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (۵)

۱۶۔ تکبیر کہیں (۶) اور رفع یدین کریں (۷)

۱۷۔ میت کے لئے خالص طور پر دعا کریں (۸)

چند مسنون دعائیں درج ذیل ہیں

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَانْثَانَا، اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَيَّ
الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَيَّ الْإِيمَانَ (۹)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ،
وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْ لَهُ دَارَ آخِرٍ آمِنٌ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ
أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ (۱۰)
اللَّهُمَّ إِنَّ فُلَانًا بَنَ فُلَانًا فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جَوَارِكَ، فَأَعِذْهُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ
أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۱۱)

(۱) النسائی (۴۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰) وسندہ صحیح (۲) البخاری (۱۳۳۴) و مسلم (۹۵۲)

(۳) ابن ابی شیبہ (۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۰) وسندہ صحیح عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ مکحول، زہری، قیس بن ابی حازم، نافع بن جبیر اور حسن بصری وغیرہم سے جنازے میں رفع یدین ثابت ہے
دیکھئے الحدیث: ۳ (ص ۲۰) اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور یہی راجح ہے نیز دیکھئے جنازہ کے مسائل فقرہ: ۳

(۴) عبدالرزاق فی المصنف (۴۸۹/۳، ۴۹۰، ۴۹۱ ح ۶۲۲۸) وسندہ صحیح

(۵) البخاری فی صحیحہ (۳۳۷۰) والبیہقی فی السنن الکبری (۱۲۸/۲ ح ۲۸۵۶)

(۶) البخاری (۱۳۳۴) و مسلم (۹۵۲) (۷) ابن ابی شیبہ (۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۸۰) وسندہ صحیح

(۸) عبدالرزاق فی المصنف (۶۲۲۸) وسندہ صحیح وابن حبان فی صحیحہ (الموارد: ۷۵۴) وأبو داؤد (۳۱۹۹) وسندہ حسن

تنبیہ: اس سے مراد نماز جنازہ کے اندر دعا ہے دیکھئے باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنائز (ابن ماجہ: ۱۴۹۷)

(۹) الترمذی (۱۰۲۴) وسندہ صحیح، وأبو داؤد (۳۲۰۱) (۱۰) مسلم (۹۶۳/۸۵)، وترقیم دار السلام: (۲۲۳۲)

(۱۱) ابن المنذر فی الاوسط (۴۳۱/۵ ح ۳۱۷۳) وسندہ صحیح، وأبو داؤد (۳۲۰۲)

اللَّهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أُمَّتِكَ ، كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ ، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي حَسَنَاتِهِ وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ ، اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ (۱)

اللَّهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (۲)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرْنَا وَأُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، اللَّهُمَّ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنْهُمْ فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ أَبْقَيْتَهُ مِنْهُمْ فَأَبِّقْهُ عَلَى الْإِسْلَامِ (۳)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِهَذِهِ النَّفْسِ الْحَنِيفِيَّةِ الْمُسْلِمَةِ وَاجْعَلْهَا مِنَ الَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقَهَا عَذَابِ الْجَحِيمِ (۴)

۱۸۔ میت پر کوئی دعا موقت (خاص طور پر مقرر شدہ) نہیں ہے (۵) لہذا جو بھی ثابت شدہ دعا کر لیں جائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول اور تابعین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ میت پر کئی دعائیں جمع کی جاسکتی ہیں۔

۱۹۔ پھر تکبیر کہیں (۶)

۲۰۔ پھر دائیں طرف ایک سلام پھیر دیں (۷)

(۱) مالک فی الموطا (۲۲۸/۱ ح ۵۳۶) و اسنادہ صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، موقوف

(۲) مالک فی الموطا (۲۲۸/۱ ح ۵۳۷) و اسنادہ صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، موقوف

یہ دعا سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ معصوم بچے کی میت پر پڑھتے تھے۔

(۳) ابن ابی شیبہ فی المصنف (۲۹۳/۳ ح ۱۱۳۶۱) عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، موقوف و سندہ حسن

(۴) ابن ابی شیبہ (۲۹۴/۳ ح ۱۱۳۶۶) و سندہ صحیح، و هو موقوف علی حبیب بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ

(۵) ابن ابی شیبہ (۲۹۵/۳ ح ۱۱۳۷۰) عن سعید بن المسیب و الشعمی (۱۱۳۷۱) عن محمد (بن سیرین) و غیرہم من آثار التابعین قالوا: لیس علی

المیت دعاء موقت (نحو المعنی) و هو صحیح عنہم

(۶) البخاری (۱۳۳۴) و مسلم (۹۵۲)

(۷) عبدالرزاق (۲۸۹/۳ ح ۶۴۲۸) و سندہ صحیح، و هو مرفوع، ابن ابی شیبہ (۳۰۷/۳ ح ۱۱۴۹۱) عن ابن عمر من فعلہ و سندہ صحیح

تنبیہ: نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ثابت نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے احکام الجنائز (ص

۱۲۷) میں بحوالہ بیہقی (۴۳/۴) نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام والی روایت لکھ کر اسے حسن قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی سند دو وجہ سے ضعیف

ہے (۱) حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے اور یہ روایت قبل از اختلاف نہیں ہے (۲) حماد مذکور مدلس ہے دیکھئے طبقات المدلسین (۲/۴۵) اور

روایت مععن ہے۔ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص جنازے میں دو سلام پھیرتا ہے وہ جاہل ہے جاہل ہے (مسائل

ابی داؤد عن الامام احمد (۵۴) و سندہ صحیح)

جنازہ کے بعض مسائل

۱۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیروں کا بھی ثبوت ہے دیکھئے صحیح مسلم (۲۲۱۶/۲۷۷۷) لیکن چار تکبیریں بہتر ہیں کیونکہ یہ کئی سندوں سے ثابت ہیں مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۱۳۳۴) صحیح مسلم (۹۵۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کیا تھا، دیکھئے الاوسط لابن المنذر (۴۳۰/۵) وسندہ صحیح تنبیہ: اگر جنازہ پڑھنے والا بھول کر تین تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے تو جنازہ ہو گیا، دو بارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جنازے پر تین تکبیریں کہیں اور (سلام پھیر کر) چلے گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۰۲ ح ۱۱۴۵۶ وسندہ صحیح)]

۲۔ جس مسلمان میت کا جنازہ چالیس ایسے (صحیح العقیدہ) آدمی پڑھیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کوئی شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس میت کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے (مسلم [۲۱۹۹] ۹۴۸/۵۹)

۳۔ سنن ترمذی میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر علی جنازة فرفع یدیه فی أول تکبیرة.....“ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر تکبیریں کہیں تو آپ نے (صرف) پہلی تکبیر میں (ہی) رفع یدین کیا (ح ۷۷۷۷ اوقال: هذا حدیث غریب) اس روایت کی سند میں ابوہریرہ یزید بن سنان ضعیف ہے (تقریب: ۷۷۷۷)

دوسرے راوی امام زہری مدلس ہیں (طبقات المدلسین: ۳۱۰۲، المرتبۃ الثالثہ وشرح معانی الآثار للطحاوی باب مس الفرج ۵۵۱/۱) سنن الدارقطنی میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے (۱۸۱۴ ح ۷۷۷۷) یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

۱: اس کا راوی الفضل بن السکن مجہول ہے (احکام الجنائز لالبانی ص ۱۱۶)
ب: دوسرا راوی حجاج بن نصیر ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۱۳۹)
معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں رفع یدین نہ کرنے والی دونوں روایتیں ضعیف یعنی مردود ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان دونوں حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے ”وإسنادہما ضعیفان ولا یصح فیہ شیء، وقد صح عن ابن عباس أنه کان یرفع یدیه فی تکبیرات الجنائز، رواہ سعید بن منصور“

ان دونوں روایتوں کی سندیں ضعیف ہیں۔ اور اس کے بارے میں (کہ نماز جنازہ میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے) کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔ اور ابن عباس سے صحیح ثابت ہے کہ وہ جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین کرتے تھے۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (الخصائص الحمیریہ ۲/۱۴۷ ح ۸۰۷)
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والے اثر کی سند نہیں ملی۔

تنبیہ: یہ بات عجیب و غریب ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سنن ترمذی و سنن دارقطنی کی دونوں ضعیف سندوں کو ملا کر ”حسن“ قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان کی تحقیق کے سراسر برخلاف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان دونوں سندوں کو ضعیف ہی سمجھتے ہیں۔

۴۔ نماز جنازہ سرّاً بھی ثابت ہے (دیکھئے سنن النسائی ۲۸۱/۱ ح ۱۹۹۱ والحدیث: ۳ ص ۲۵ وسندہ صحیح) اور جہراً بھی ثابت ہے (دیکھئے سنن النسائی ۲۸۱/۱ ح ۱۹۸۹ وهدیۃ المسلمین، جدید ص ۹۳ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اگر تمام مقتدی سورہ فاتحہ فی الجنائزہ پڑھنے کے قائل ہوں تو جنازہ سرّاً پڑھنا افضل ہے اور اگر مقتدی حضرات سورہ فاتحہ فی الجنائزہ پڑھنے کے قائل نہ ہوں، انہیں فاتحہ فی الجنائزہ کی تعلیم مطلوب ہو تو جنازہ جہراً پڑھنا افضل ہے۔ واللہ اعلم

۵۔ نماز جنازہ میں دعائے استفتاح ((سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک)) راجح پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے مسائل ابی داؤد (ص ۱۵۳) واحکام الجنائز (ص ۱۱۹) والأسنۃ والأجوبۃ الفقھیہ (۲۶۳/۱) والاوسط لابن المنذر (۴۳۶/۵)

تنبیہ: سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ سے جنازہ میں سبحانک اللہم راجح پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ امام شعبی سے ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ ”فی الأولى ثناء علی اللہ“ راجح (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۶/۳ ح ۱۱۳۷۸) ومصنف عبدالرزاق ۴۹۱/۳ ح ۶۲۳۴ و نماز مسنون، عبدالحمید سواتی ص ۳۰، فی سفیان الثوری مدلس و عنعن) اس میں ثناء سے مراد حمد (سورہ فاتحہ) ہے جیسا کہ شعبی سے ہی دوسری ضعیف سند میں آیا ہے (ابن ابی شیبہ ۲۹۵/۳ ح ۱۱۳۷۵)

محدث عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ کا مروجہ دعائے ثناء سیدنا فضالہ بن عبیدرضی اللہ عنہ کی حدیث سے جائز سمجھنا کتاب الجنائز ص ۵۲) مرجوح اور غلط ہے۔ واللہ اعلم

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا تو صحابہ کی دو صفیں بنائیں (صحیح مسلم: ۶۶/۹۵۲ وترقیم دار السلام: ۲۲۰۹)

جس روایت میں تین صفوں کی فضیلت کا ذکر آیا ہے (سنن ابی داؤد: ۳۱۶۶) اس کی سند محمد بن اسحاق بن یسار کی تدریس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لہذا صفیں طاق ہوں یا جفت، دونوں طرح جائز ہے دیکھئے صحیح البخاری (باب من صف صفین او ثلاثۃ علی الجنائزہ خلف الامام قبل ح: ۱۳۱۷)

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو قبر میں سیدنا ابوطحہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے اتارا تھا، دیکھئے صحیح البخاری (۱۳۴۲) باب من یدخل قبر المرأة)

معلوم ہوا کہ فوت شدہ عورت کی چار پائی کو غیر محرم ہاتھ لگا سکتے ہیں اور کندھا دے سکتے ہیں۔

۸۔ جنازے کی اطلاع دینا جائز ہے دیکھئے الحدیث: ۱۱ ص ۱۸-۲۱ والسنن الکبریٰ للبیہقی (۷/۴)

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گُشی کرنے والے کا جنازہ نہیں پڑھا تھا (صحیح مسلم ۷/۹۷۸ ودار السلام: ۲۲۶۲)

۱۰: اگر بچہ مُردہ پیدا ہو یا پیدا ہوتے ہی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے دیکھئے سنن ابی داؤد (۳۱۸۰ ولفظہ:
 والسقط یصلی علیہ ویدعی لوالدیہ بالمغفرة والرحمة، ورا سادہ صحیح)

محمد بن سیرین (تابعی) نے کہا: اگر بچے کی خلقت پوری ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھنا چاہیے (ابن ابی شیبہ
 ۳۱۷/۳ ج ۱۵۸۸ و سندہ صحیح)

۱۱- اگر جوتے پاک ہوں تو جوتوں کے ساتھ فرض نماز و نوافل و سنن و جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ دیکھئے صحیح البخاری (۳۸۶)
 و صحیح مسلم (۵۵۵)

۱۲- اگر جنازہ تیار ہو وضو کے لئے پانی نہ ملے اور جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح اور حکم
 بن عتیبہ کے نزدیک تیمم کر کے جنازہ پڑھنا جائز ہے (ابن ابی شیبہ ۳۰۵/۳ ج ۱۱۴۶۹ و سندہ صحیح، ح ۱۱۴۷۱ و سندہ صحیح
 ح ۱۱۴۷۳ و سندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اگر تم بے وضو ہو اور جنازہ فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کر کے جنازہ
 پڑھ لو (ابن ابی شیبہ ۳۰۵/۳ ج ۱۱۴۶۷ و سندہ حسن)

۱۳- شہید کا جنازہ پڑھنا صحیح ہے دیکھئے صحیح البخاری (ح ۳۴۴ باب الصلوٰۃ علی الشہید) و صحیح مسلم (۲۲۹۶)
 کئی شہیدوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی (۵۰۳/۱ باب الصلوٰۃ علی الشہداء
 حدیث عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما و سندہ حسن) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مرد اور عورت کا (اکٹھا) جنازہ پڑھا
 تو مرد کی میت کو اپنے قریب رکھا (ابن ابی شیبہ ۳۱۵/۳ ج ۱۱۵۷۳ و سندہ صحیح) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے
 ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے کا جنازہ پڑھا تو عورت کی میت کو قبلے کی طرف اور لڑکے کو اپنے سامنے رکھا (ابن ابی
 شیبہ ۳۱۵/۳ ج ۱۱۵۷۴ و سندہ صحیح) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نو آدمیوں کا جنازہ پڑھا تو اسے سیدنا ابو ہریرہ و سیدنا
 ابن عباس و سیدنا ابوسعید و سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہم نے سنت قرار دیا (عبدالرزاق فی المصنف ۳/۲۶۵ ج ۶۳۳
 و سندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ کئی اموات کا اکٹھا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

۱۴- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ عنہ کا غائبانہ جنازہ پڑھا تھا۔ دیکھئے صحیح البخاری (۱۳۲۰) و صحیح مسلم (۹۵۲)
 لہذا معلوم ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔

۱۵- قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے دیکھئے صحیح بخاری (۱۳۳۶) و صحیح مسلم (۹۵۴)

مسند البزار میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نہی عن الصلوٰۃ بین القبور قبروں کے
 درمیان نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے (کشف الاستار ۲۲۱/۱ ج ۴۲۱ و سندہ حسن)

اس حدیث میں ممانعت سے مراد جنازہ نہیں بلکہ عام نمازیں ہیں۔ حافظ ابن حبان نے اس مفہوم کی ایک روایت کو
 کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے (الاحسان ۴/۵۹۶ ج ۱۶۹۶ و سندہ ضعیف)

جس روایت میں ”نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی الجنائز بین القبور“ آیا ہے۔
(المختار للضیاء ۲۴۶/۵ ج ۱۸، المعجم الاوسط للطبرانی ۲۹۳/۶ ج ۵۶۲)

اس کی سند حفص بن غیاث مدلس کی تالیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حفص مذکور کو محمد بن سعد وغیرہ نے مدلس قرار دیا ہے
دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۱۶ ص ۱۶)
حفص بن غیاث کو مدلسین سے باہر نکالنا صحیح نہیں ہے۔

۱۶۔ اگر میت کا جنازہ پڑھ لیا گیا ہو تو دوبارہ جنازہ جائز ہے۔ دیکھئے فقرہ: ۱۵
سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی عاصم بن عمر کا جنازہ، تین دن کے بعد اُس کی قبر پر پڑھا (ابن ابی شیبہ
۳۶۱/۳ ج ۱۱۹۳۹ وسندہ صحیح)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ، قبر پر دفن ہونے کے بعد پڑھا۔
(مصنف عبدالرزاق ۵۱۷/۳ ج ۶۵۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۲۹۹ وسندہ صحیح)
محمد بن سیرین (تابعی) سے اگر جنازہ فوت ہو جاتا تو وہ (دوبارہ) جنازہ پڑھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۶۱/۳ ج
۱۱۹۴۰ وسندہ صحیح)

۱۷: مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ سہیل بن البیضاء رضی اللہ عنہ کا جنازہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پڑھا
تھا (صحیح مسلم: ۳۷۹ باب الصلوٰۃ علی الجنائز فی المسجد)
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھایا گیا تھا (موطا امام مالک ۲۳۰/۱ ج ۵۴۲ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث: ”من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلیس له شیء“ جو شخص
مسجد میں جنازہ پڑھے اس کے لئے (خالص مسجد کی وجہ سے) کوئی چیز (اجر) نہیں ہے (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۷ واللفظ له
سنن ابی داؤد: ۳۱۹۱ وسندہ حسن، وقولہ، فلا شیء له، یعنی من الأجر الخاص كما فرہ السنن) کی رو سے افضل یہی ہے
کہ مسجد سے باہر جنازہ پڑھا جائے۔

۱۸۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے میت کی چار پائی اس طرح رکھیں کہ میت کا سر شمال کی طرف اور پاؤں جنوب کی طرف
ہوں (اسی پر اجماع ہے) میت اگر مرد ہے تو امام اس کے سر کے سامنے قریب کھڑا ہو اور اگر میت عورت ہے تو اس کے
سامنے وسط میں امام کھڑا ہو۔ دیکھئے سنن الترمذی (۱۰۳۴ اوقال: هذا حدیث حسن) و صحیح البخاری (۱۳۳۱) و صحیح مسلم
(۹۶۴)

۱۹۔ ایوب السخنی رحمہ اللہ قبر پر (دفن ہونے کے بعد) کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ۳۳۱/۳ ج ۱۱۷۱۰
وسندہ صحیح)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی قبر پر دفن کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ۳۳۰/۳ ج ۱۱۷۰۵
وسندہ صحیح)

محمد بن المنکدر (تابعی) نے بھی قبر پر دفن کے بعد دعا کی (عبدالرزاق ۳/۵۰۹ ح ۶۵۰۴ وسندہ صحیح)

۲۰۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: عصر اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے یعنی جائز ہے۔ (موطا امام مالک ۲۲۹/۱ ح ۵۴۰ وسندہ صحیح)

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ، فجر کی نماز کے بعد پڑھا گیا تھا (موطا مالک ۲۲۹/۱ ح ۵۳۹ وصحیح) عین طلوع شمس، بالکل زوال کے وقت اور عین غروب الشمس کے وقت جنازہ پڑھنا اور میت دفن کرنا ممنوع ہے دیکھئے صحیح مسلم (۸۳۱)

۲۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: کنا نغسل المیت فمنا من یغتسل المیت و منا من لا یغتسل “ ہم میت کو نہلاتے تھے تو ہم میں سے بعض غسل کرتے اور بعض غسل نہ کرتے۔

(سنن الدارقطنی ۲/۲۲۷ ح ۱۸۰۲ وسندہ صحیح وصحیح الحافظ ابن حجر فی الخیص الکبیر ۱/۱۳۸ ح ۱۸۲)

جن روایات میں میت کو نہلانے کی وجہ سے غسل اور جنازہ اٹھانے کی وجہ سے وضوء کا حکم ہے، وہ استحباب پر محمول ہیں دیکھئے الخیص الکبیر (۱/۱۳۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میت نہلانے والوں پر غسل کرنا ضروری نہیں ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۳۹۸ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما میت نہلانے والے کو وضوء کرنے کا کہتے تھے (البیہقی ۳/۳۰۶ وسندہ حسن) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی میت کو خوشبو لگائی اور جنازہ اٹھا کر مسجد لے گئے آپ نے جنازہ پڑھا اور دوبارہ وضوء نہیں کیا (البیہقی ۳/۳۰۶، ۳۰۷ وسندہ صحیح)

۲۲۔ جنازے کے فوراً بعد اجتماعی یا انفرادی دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

۲۳۔ امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

☆ اس پر اجماع ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی میت کو غسل دے سکتی ہے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ عورت چھوٹے بچے (کی میت) کو غسل دے سکتی ہے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ میت کو غسل جنابت کرایا جاتا ہے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ ریشمی کپڑے کا کفن نہیں پہنانا چاہیے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ اگر بچہ زندہ پیدا ہو اور چیخ کر مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ اگر آزاد اور غلام کے جنازے اکٹھے ہوں تو امام کے قریب آزاد کا جنازہ رکھنا چاہیے۔

☆ جنازے کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنے پر اجماع ہے (تفصیلی بحث آگے آرہی ہے)

☆ اس پر اجماع ہے کہ حتی الامکان میت کو دفن کرنا فرض (کفایہ) ہے۔ جو شخص یا جماعت یہ کام کرے تو تمام مسلمانوں کی طرف

سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے (الاجماع ص ۴۲ فقرہ: ۸ تا ۸۵)

جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع یدین سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ح ۱۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۸ ج ۲۹۸/۳ و اسنادہ صحیح)

مکحول تابعی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ح ۱۱۶، وسندہ حسن) امام زہری جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ح ۱۱۸، وسندہ صحیح) قیس بن ابی حازم (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ح ۱۱۳، وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۵ ج ۲۹۶/۳)

نافع بن جبیر جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ح ۱۱۴، وسندہ حسن) حسن بصری جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ح ۱۲۲، وسندہ صحیح) درج ذیل علماء سلف صالحین بھی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔

۱۔ عطاء بن ابی رباح (مصنف عبدالرزاق: ح ۴۶۸/۳، ابن ابی شیبہ: ح ۲۹۶/۳، ح ۱۱۳۸۲، وسندہ قوی)
ب۔ عبدالرزاق (مصنف: ح ۶۳۴، و صحیح)

ج۔ محمد بن سیرین (مصنف ابن ابی شیبہ: ح ۲۹۷/۳، ح ۱۱۳۸۹، وسندہ صحیح)

ان تمام آثار سلف صالحین کے مقابلے میں ابراہیم نخعی (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۹۶، ح ۱۱۳۸۶، وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ جمہور سلف صالحین کا یہ مسلک ہے کہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے، جیسا کہ باحوالہ گزر چکا ہے اور یہی مسلک راجح و صواب ہے، واللہ

جنازے میں رفع یدین کا نہ کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے۔

وما علینا إلا البلاغ

(۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ)



ملنے کا پتہ

مدرسة ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق کیمارڑی